عقیدہ رجعت قرآن وحدیث کی روشنی میں

سید عقیل حیدرزیدی

dr.sahawasti@yahoo.com

کلیدی کلمات: رجعت، کرّۃ (بازگشت)، دابۃُ اللہ، ایّامُ اللہ، مومنینِ خالص، ظہورِ حضرتِ مہدیؑ، تناسُخ۔

خلاصہ

رجعت مذہب شیعہ کے اعتقادات میں سے ایک ہے، جو عرصہٴ دراز سے موردِ بحث و مباحثہ رہا ہے، اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ دینی تعلیمات اور عقل وخِرد کی اساس پر اس عقیدے کے امکان اور واقع ہونے پر استدلال کیا جائے اور رجعت کے معنیٰ کی جانچ پڑتال کرنے، تاریخی پس منظر، ذہن میں اُبھرنے والے سوالات اور تاریخی قرائن و شواہد سے استفادہ کرتے ہوئے، عقیدۂ رجعت کے ممکن ہونے کو ثابت کیا جائے اور پھر قرآنِ کریم کی متعدّد آیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، ان تفسیری روایات کو ملاحظہ کریں، جو رجعت کے واقع ہونے کی خبر دیتی ہیں اور نیز وہ روایات جو بطورِ مستقل اس عقیدے کو بیان کرتی ہیں، اس مقالے کو مرتّب و منظّم کرنے میں محورِ اصلی ہیں۔

آخر میں اس عقیدے پر وارد ہونے والے شبہات اور اشکالات، کہ یہ عقیدہ تعلیماتِ قرآن یا سنّتِ الٰہی کے برخلاف ہے یا عقیدۂ رجعت کو "ابنِ سباء" کے من گھڑت افسانوں میں سے قرار دیا جاتا ہے، کا جواب دیا گیا ہے۔

مقدّمہ

جرأت کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تاریخ اور فرہنگ و تمدنِ بشری میں دین اور اعتقاداتِ دینی کی مانند کوئی اور چیز حسّاس، موثّر اور نقش آفرین نہیں رہی ہے، کیونکہ یہ دوسرے انسانی فکری اور فرہنگی تفکّرات پر بھی اثر گزار رہے ہیں، یا حدِّ اقل تحقیق و توجہٴ خاص کے عنوان سے موضوع بحث رہے ہیں۔

دینی اعتقادات میں سے ایک چیز جس کے بارے میں عرصہٴ دراز سے بحث کی جاتی رہی ہے اور ہمیشہ ایک جانب سے موردِ اعتراض اور قابلِ تردید اور دوسری طرف سے اس کا دفاع اور جواب دیا جاتا رہا ہے، وہ مسئلہ "عقیدۂ رجعت" ہے۔ درحالانکہ قرآنِ کریم کی متعدّد آیاتِ شریفہ، مختلف موارد میں رجعت کے بارے میں اشارہ کرتی ہیں اور معصوم علیہم السلام راہنماؤں سے ہم تک پہنچنے والی روایات بھی عصرِ حضرتِ مہدی علیہ السلام میں بعض انسانوں کی بازگشت کے بارے میں بات کرتی ہیں، لیکن بعض مسلمان لکھنے والوں نے گزشتہ اور موجودہ زمانے میں اپنی تحریروں میں اصلِ رجعت کو موردِ اعتراض قرار دیتے ہوئے، اس کے بارے میں شبہات اور سوالات پیدا کئے ہیں اور "رجعت" کے عقیدے کو غیر اسلامی مکاتب و مذاہب کے تراوشات (پھوٹنے والے عقیدے) سے خیال کیا ہے اور اس عقیدے کو بےبنیاد ظاہر کرنے اور عقیدے کی بارے میں دوسروں کے اَذہان کو مخدوش کرنے کے لیے، رجعت کی کیفیت کو، کہ جس کا شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں، تحریف کردیا ہے۔

ابنِ منظور، جو ساتویں صدی ہجری کا اہلِ سنّت کا مشہور دانشور اور زبان شناس ہے، ابنِ اثیر (جو چھٹی صدی ہجری کے دانشوروں میں سے ہے) کی پیروی کرتے ہوئے، "رجعت" کے لغوی معنیٰ کی جانچ پڑتال کرتے ہوئے، اس طرح لکھتا ہے:

الرَّجْعَةُ مذهب قوم من العرب في الجاهلية معروف عندهم ـ ـ ـ أُخرج مع فلان" (1)

یعنی "رجعت زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی ایک قوم کا مذہب تھا، جو عربوں کے نزدیک معروف و مشہور تھی اور مسلمانوں کے فرقوں میں سے ایک طائفہ کا مذہب ہے، جو اہلِ بدعت اور اہلِ ہوس ہیں، وہ یہ (عقیدہ رکھتے ہوئے) کہتے ہیں کہ مرنے والا دنیا میں لوٹ آئے گا اور دنیا میں زندگی گزارے گا جیسے پہلے رہا کرتا تھا اور ان میں سے من جملہ رافضیوں کا ایک گروہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام بادلوں میں مستقر ہیں، وہ اپنی اولاد کے ساتھ بادلوں سے خارج نہ ہوں گے یہاں تک کہ منادی آسمان سے نداء دے گا کہ فلاں کے ساتھ (بادلوں سے) نکل آؤ۔"

ابنِ اثیر اپنے اس بیان میں: "رجعت" کو عربِ جاہلی اور نیز رافضیوں کا عقیدہ معرّفی کرتا ہے، جو معتقد ہیں کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام بادلوں کے درمیان چھپے ہوئے ہیں اور اس وقت تک کہ منادی یہ صدا بلند کرے کہ "فلاں کے ساتھ باہر آجاؤ!" تو وہ اپنے بعض فرزندوں کے ساتھ (بادلوں کے پیچھے سے) باہر نہیں آئیں گے۔ اسی وجہ سے علماء اور شیعہ دانشوروں نے اسلام کی ابتدائی صدیوں سے قلم اٹھایا ہے اور منطقی، مُستند اور مُستدلّ طریقوں سے شیعہ عقائد کا دفاع کیا ہے، ان ہی میں سے "رجعت" کا عقیدہ بھی ہے۔ علّامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں:

"چالیس سے زائد علماء اور بزرگوں نے کہ جن میں سے بعض صحابہ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے قریبی افراد تھے، "رجعت" کے بارے اور اس کے اثبات میں مستقل کتابیں تحریر کی ہیں یا یہ کہ اپنی اعتقادی کتابوں کے ایک حصّے کو اس عقیدے کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔" (2)

اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ آیاتِ قرآن، روایاتِ معصومین علیہم السلام اور نیز شواہد اور قرائنِ عقلی سے استفادہ کرتے ہوئے، "عقیدۂ رجعت" کے بارے میں تحقیق کی جائے اور صحیح و درست نظریے کا انتخاب کیا جائے۔

پہلی فصل: کلیات

پہلا مطلب: رجعت کا معنیٰ

الف) لغت میں رجعت کا معنیٰ

قرآنِ کریم، روائی منابع اور اصولِ عقائد کی کتابوں میں، رجعت، کرّہ، ردّ اور حشر کے الفاظ، سب بازگشت اور پلٹنے کے معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں، لیکن ان تمام الفاظ میں سے لفظِ رجعت سب سے زیادہ مشہور ہے۔

الرَّجعةُ: مُراجعةُ الرَّجل أهله بعد الطلاق وقومٌ يؤمنون بالرجعة الى الدنيا قبل يوم القيامة (3)

یعنی "رجعت، مرد کا طلاق کے بعد اپنی زوجہ کی طرف پلٹنا ہے اور بعض معتقد ہیں کہ رجعت (مرنے کے بعد) روزِ قیامت سے پہلے دنیا کی طرف لوٹنا ہے۔"

تقول: رجع يرجع رجوعاً: اذا عاد، و راجع الرجل (مَرأته وهي الرَّجعة والرِّجعة) (4) یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب مرد اپنی زوجہ کی طرف لوٹ آتا ہے۔ ابنِ منظور "رجعت" کو مادۂ رجوع سے "مصدرِ مرّہ" کے طور پر "ایک بار پلٹنے" کے معنیٰ میں سمجھتا ہے۔ (5)

"طریحی": "والرَّجعةُ بالفتح هی المَرّة فی الرجوع بعد الموت بعد ظهور المهدی علیه السلام وهی من ضروریات مذهب الامامیة وعلیها من شواهد القرآنیة وأحادیث اهل البیت علیهم السلام، هو أشهر من أن یُذکر حتی أنه ورد عنهم من لم یُؤمن برجعتنا ولم یقر بمتعتنا فلیس منا" (6)

یعنی "رجعت "راء کے فتحہ کے ساتھ، موت کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت ایک بار (دوبارہ) پلٹنے کے معنیٰ میں ہے اور یہ (عقیدہ) مذہبِ امامیہ کی جملہ ضروریاتِ مذہب سے ہے اور آیاتِ قرآن اور احادیثِ اہل بیت علیہم السلام سے اس پر متعدّد شواہد دلالت کرتے ہیں، یہاں تک کہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص رجعت و بازگشت اور متعہ کے اقرار (نکاح موقّت جو آئمہؑ اور شریعت اسلام کی رُو سے جائز قرار دیا گیا ہے) پر عقیدہ و ایمان نہیں رکھتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

"شرتونی": رَجَعَ الرَّجل رجوعاً انصرف۔۔۔ وهویُؤمن بالرجعة ای بالرجوع الی الدنیا بعد الموت۔(7)

یعنی "رجع یعنی مرد کا لوٹ کر آنا ہے۔۔۔ اور رجعت یعنی بازگشت پر ایمان رکھنا، یعنی موت کے بعد دنیا کی طرف (دوبارہ) بازگشت۔"

ب) اصطلاح میں رجعت کا معنیٰ

لفظِ "رجعت" بھی دوسرے بہت سے الفاظ کی طرح لغوی معنیٰ کے علاوہ، مختلف علوم میں گوناگوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔

پہلا معنیٰ: فقہی اصطلاح میں: مرد کا اپنی مطلّقہ زوجہ کی طرف (عدّت کی) قانونی و شرعی مدّت میں لوٹ آنا۔(8)

دوسرا معنیٰ: علم نجوم کی اصطلاح میں: ستارے کی اپنی حرکت کے علاوہ، بروج میں مخالف سمت میں حرکت (اور مدار سے خارج ہونے) کو "رجعت" یا "عکس" بھی کہتے ہیں۔(9)

تیسرا معنیٰ: علم عرفان کی اصطلاح میں: کسی صاحب عمل شخص سے کوئی بُرا اور قبیح فعل صادر ہونے یا کوئی پست اور گھٹیا بات بولنے کے بعد ندامت، پشیمانی اور ملال کا عود کرنا۔(10)

چوتھا معنیٰ: جامعہ شناسی کی اصطلاح میں: بعض جامعہ شناس، جامعہ اور تاریخ کے قانون مند ہونے کی بحث کے وقت اس بات کے معتقد ہیں کہ قوانین اور تصوراتِ تاریخی تمام جوامع میں مشترک ہیں اور تاریخ تین مرحلے، ربّانی، قہرمانی (بڑی تاریخی شخصیت) اور انسانی کو طے کرتی ہے اور ہمیشہ یہ تین دور تکرار ہوتے رہتے ہیں اور جامعہ شناس اس حرکتِ تاریخ کو "ادوار" "اکوار" اور "رجعت" کہتے ہیں۔(11)

پانچواں معنیٰ: علمِ کلام کی اصطلاح میں:

"اِعْلَم أن الرَّجعة هنا هی الحَیٰواةُ بعد الموت قبل القیامة وهو الذی یتبادر من معناها صرّح به العلماءُ هنا کما یأتی ویفهم من مواقع استعمالها ووقوع التصریح به فی أحادیثها کما تطلع علیه فیما بعد۔" (12)

یعنی "رجعت یہاں موت کے بعد قیامت سے پہلے (دوبارہ) زندہ ہونا ہے اور لفظِ رجعت سے متبادر بھی یہی معنیٰ ہوتا ہے اور جیسا کہ بعد میں آئے گا کہ علماء نے بھی اسی معنیٰ کی تصریح فرمائی ہے اور اس کے استعمال کے موارد بھی اسی پر گواہ ہیں، احادیث میں بھی اسی کی تصریح کی گئی ہے، جس طرح کے بعد میں آپ اس سے آ گاہ ہوں گے۔"

اس لحاظ سے کہ "رجعت" شیعہ اعتقادات کی روشنی میں موت کے بعد بطورِ اطلاق زندہ ہونا نہیں ہے؛ کیونکہ جو اشخاص گزشتہ زمانے میں زندہ ہوئے ہیں، اُن پر "رجعت" کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ اسی بنا پر مرحوم شیخ حر عاملیؒ کی تعریف تمام پہلوؤں سے اس اصطلاح "رجعت" کو بیان کرنے والی نہیں ہے۔ ایک اور تعریف شیخ مفیدؒ نے بیان کی ہے، جو کامل تعریف اور اصطلاح رجعت کو تمام جوانب سے نمایاں کرنے والی ہے۔

اِنَّ اللہَ یَردُ قوماً مِنَ الأمواتِ اِلی الدُنیا فِی صُوَرِھِم الّتی کانُوا عَلَیھا فیَعزّ فَرِیقاً وَیَذلُّ فَرِیقاً المُحَقّین مِن المُبْطِلین وَالمَظْلُومین مِنھم مِنَ الظَّالِمِین وَذَلِکَ عِنْدَ قِیامِ المَھْدِی آلِ مُحَمّد علیھم السلام (13)

یعنی ”اللہ تعالیٰ اموات کے کچھ گروہ ان کی گزشتہ صورتوں میں دنیا میں پلٹائے گا، ان میں سے کچھ کو عزیز (و صاحبِ عزّت) اور کچھ کو ذلیل و خوار کرے گا، اہلِ حق کو اہلِ باطل پر نصرت و کامرانی عطا کرے گا اور مظلوموں کو ظالمین پر غلبہ دے گا اور یہ سب کچھ حضرت مہدی آلِ محمد علیہم السلام کے ظہور کے وقت رونما ہوگا۔“

شیخ مفیدؒ نے اس تعریف میں رجعت کے بارے میں پانچ اہم نکات کی طرف اشارہ کیا ہے:

پہلا: رجعت بازگشت اور لوٹنا ہے، نہ صرف زندہ ہونا، اس لیے گزشتہ اُمّتوں کے درمیان زندہ ہونے والے مُردوں کے لیے رجعت نہیں کہا جاتا۔

دوسرا: یہ بازگشت اموات کے کچھ گروہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

تیسرا: یہ بازگشت اسی دُنیوی صورت اور خواصّ کے ساتھ ہوگی۔

چوتھا: اس بازگشت کا فلسفہ و ہدف ایک گروہ کو عزّت دینا اور دوسرے گروہ کو ذلّت و رسوائی سے روبرو کرنا اور حق و باطل کے درمیان جدائی ڈالنا اور ظالم سے مظلوم کا حق لینا ہے۔

پانچواں: اس بازگشت کا زمانہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا وقت ہے۔

بنابرایں، رجعت اصطلاح میں مُردوں کے چند گروہوں کا اس جہاں میں حضرت مہدی علیہ السلام کے عالمی قیام کے ہم زمان بازگشت کرنا ہے اور طبیعتاً اس گروہ کا بازگشت کرنا، روزِ قیامت سے پہلے ہوگا۔ اس لیے رجعت کبھی تو قیامت سے قبل کی رویداد میں شمار کی جاتی ہے اور کبھی حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور سے مربوط حوادث کے زُمرے میں اِسے ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ مسئلۂ رجعت، شیعہ نقطۂ نظر سے (قیامت و ظہور حضرت مہدیؑ کے) دونوں مذکورہ موضوعات سے ایک مستقل رویداد شمار ہوتا ہے، اگرچہ ان تینوں موضوعات میں زمانی تعلّق اور ارتباط موجود ہے۔

دوسرا مطلب: تاریخی پسِ منظر

تاریخی لحاظ سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موجود روایات کے مطابق، رجعت اُن اعتقادی مفاہیم میں سے ایک ہے جو خود حضرت رسول خداﷺ کے زمانے میں لوگوں کی زبان پر تھے اور آنحضرتؐ نے ایک حدیث میں اسے ”خروج“ کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔

علّامہ مجلسیؒ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول خداﷺ امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے، جبکہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور انہوں نے ریت کو اکٹھا کرکے سرہانے کے طور پر سر کے نیچے جمع کیا ہوا تھا، پیغمبرﷺ نے پاؤں سے اُنہیں ہلایا اور فرمایا: "اے دابۃُ اللہ (زمین پر چلنے والی خدا کی مخلوق) اُٹھ جاؤ!" اصحاب میں سے ایک نے عرض کیا: اے رسولِ خداﷺ کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم بھی اس نام کو دوسروں کے لیے استعمال کریں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہر گز نہیں! خدا کی قسم! کہ یہ مخصوص اس (علی علیہ السلام) کا نام ہے اور وہ وہی "دابۃ" (چلنے والی مخلوق) ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ۔" (14)

ترجمہ: "اور جب ان پر وعدہ (عذاب) پورا ہونے والا ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک چلنے پھرنے والا نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ درحقیقت لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔"

پھر آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

"اے علیؑ! جب آخر الزمان آجائے گا تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین شکل میں زمین سے نکالے گا، جبکہ تمہارے ساتھ ایک عصا ہوگا جس کے ذریعے تم اپنے دشمنوں کو مشخّص و معیّن کروگے۔" (15)

اس روایت کو ملاحظہ کرتے ہوئے کہ یہ سند کے لحاظ سے بھی صحیح اور مستند ہے اور علّامہ نے اس کو تفسیر قمی سے نقل کیا ہے، اطمینان کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ پیغمبر گرامی ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کی آخر زمانے میں بازگشت کو زمین سے خارج ہونے سے تعبیر کیا ہے اور یہ وہی مفہومِ "رجعت" کو بیان کرتا ہے۔

تیسرا مطلب: تحقیقی سوالات اور فرضیے

ہر تحقیق میں، محقّق اُن سوالوں کا، جو اُس کا ذہن مشغول کئے ہوئے ہوتے ہیں، جواب تلاش کرنے کے ساتھ اپنی تحقیق کا آغاز کرتا ہے، اس تحقیق میں بھی کچھ سوالات درپیش تھے، جن کا صاحبِ مقالہ نے جواب دینے کی کوشش کی ہے:

الف: کیا (عقیدۂ) رجعت کا عقل کی نظر سے وقوع ممکن ہے؟

ب: کیا رجعت (کا عقیدہ) قرآنی تعلیمات کی روشنی میں قابلِ قبول ہے؟

ج: کیا رجعت کی اساس و بنیاد دینی تعلیمات میں وجود رکھتی ہے یا یہ عقیدہ جامعہ اسلامی میں نفوذ کرنے والے بعض افراد کی جعلیات اور من گھڑت چیزوں میں سے ہے؟

د: اس بات کے پیشِ نظر کہ بعض مُردوں کے لوٹنے اور زندہ ہونے کا امکان، قرآنِ کریم میں شدّت کے ساتھ نفی کیا گیا ہے، تو رجعت کو کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے؟

ھ: کیا رجعت کا عقیدہ، معاد اور قیامت کے ہدف کے ساتھ منافات نہیں رکھتا؟

و: کیا رجعت، الٰہی سنّتوں کے ساتھ ناسازگار نہیں ہے؟

چوتھا مطلب: شیعہ عقیدے میں رجعت کا مقام و منزلت

اسلامی روایات میں رجعت کا عقیدہ ایک خاص مقام و منزلت کا حامل ہے، یہاں تک کہ بعض روایات میں، رجعت کا دن، الٰہی دنوں میں سے ایک، کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت (زیادہ) متجلّی و نمایاں ہوگی، قرار دیا گیا ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام عن ابیہ قال: ایّامُ اللہ ثلاثۃٌ: یومُ یقومُ القائم ویومُ الکرّۃ ویومُ القیامۃ۔ (16)

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والدِ گرامی امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے دن، تین ہیں: وہ دن جب قائم آل محمد علیہ السلام قیام فرمائیں گے، رجعت کا دن اور قیامت کا دن۔"

البتہ یہ کہ خاص دنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دی جاتی ہے، جبکہ تمام دن اللہ تعالیٰ ہی سے مربوط ہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ اِن دنوں میں امرِ الٰہی اور اس کی قدرت اس قدر ظہور کرتی اور نمایاں ہوتی ہے کہ دوسرے دنوں میں اس طرح ظاہر اور نمایاں نہیں ہوتی ہے۔

علّامہ طباطبائیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد، وضاحت کرتے ہیں کہ اس روایت سے مقصود "ایّامُ اللہ" کے بعض روشن اور واضح مصادیق کو معیّن کرنا ہے، نہ یہ کہ "ایّامُ اللہ" انہی تین دنوں میں منحصر ہوں، اس لیے مرنے کے دن اور الٰہی نعمتوں و رحمتوں کے ظاہر ہونے کے دن کو بھی جملہ "ایّامُ اللہ" میں شمار کرتے ہیں۔ (17)

ایک دوسری روایت میں رجعت کا عقیدہ، شیعوں کی ایک خصوصیت کے طور پر بیان ہوا ہے:

قالَ الصَّادقُ علیه السلام: لَیسَ منّا مَن لَم یُؤمن بِکَرّتِنا ولَم یَستحل مُتعَتنا۔ (18)

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "جو شخص بازگشت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ (نکاح موقّت) کو حلال نہ سمجھے، وہ ہم (شیعوں) میں سے نہیں ہے۔"

عن الصادق علیه السلام قالَ: مَن أقرّ بسبعة أَشیاءَ فهو مُؤمنٌ (و ذکر منها) الأیمان بالرّجعة۔ (19)

یعنی امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "جو کوئی سات چیزوں کا اقرار کرتا ہو وہ مومن ہے اور ان میں سے ایک رجعت (بازگشت) پر ایمان ہے۔"

مرحوم شُبّرؒ نیز تحریر کرتے ہیں:

"اصلِ رجعت حق ہے اور اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہے اور اس پر اعتقاد و ایمان نہ رکھنا، مومنین اور شیعوں کے زُمرے سے خارج ہونے کا موجب ہے۔"

مزید بیان کرتے ہیں کہ:

"رجعت پر ایمان کلی طور پر واجب اور ضروری ہے۔" (20)

ضروری ہے کہ یہاں پر مرحوم شُبّر کے مخالف نظریہ کو بھی ذکر کیا جائے جو رجعت کو ایک مسلّمہ تاریخی مسئلہ سمجھتے ہیں کہ جس کا عقیدہ رکھنا یا انکار کرنا، ذرّہ برابر بھی ایمان کو خدشہ دار نہیں کرتا ہے۔ (21)

پانچواں مطلب: رجعت کی مختلف تفاسیر

اگرچہ امامیہ کی قریب باتفاق اکثریت رجعت سے وہی معنیٰ و مطلب اَخذ کرتی ہے جو اس کی اصطلاحی تعریف کے ضمن میں بیان ہوا ہے، لیکن بعض ایسے افراد بھی موجود ہیں جو "رجعت" کی دوسری تفسیریں پیش کرتے ہیں:

۱۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رجعت سے مقصود حکومتِ اسلامی کا حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے ساتھ اہل بیت علیہم السلام کی طرف لوٹنا ہے اور وہ اُن تمام روایات کو جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، اسی معنیٰ میں تاویل کرتے ہیں اور سرکردہ اشخاص کی بازگشت اور مُردوں کے زندہ ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ (22)

علّامہ مظفرؒ بھی رجعت کی اس تفسیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والامامیة بأجمعها علیه (یعنی رجعت کا معنیٰ دنیا کی طرف بازگشت) الاّ قلیلونَ منهم تأولوا ما وَرَدَ فی الرجعة بأن معناها رجوعُ الدولة والأمر والنهی الی آل البیت علیهم السلام بظهور الامام المنتظر علیه السلام من دون رجوع أعیان الاشخاص واحیاء الموتیٰ۔" (23)

یعنی "امامیہ کی اکثریت، رجعت سے خود سرکردہ اشخاص کے بازگشت کرنے اور مُردوں کے زندہ ہونے کے معنیٰ کی ہی قائل ہے، سوائے امامیہ کے کچھ افراد کے جو رجعت کو ظہور امامِ مہدی علیہ السلام کے وقت حکومتِ اہل بیت علیہم السلام کی بازگشت، سے تأویل کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ خود سرکردہ اشخاص کے لوٹنے اور بازگشت کرنے اور مُردوں کے زندہ ہونے کے قائل ہوں۔"

۲۔ بعض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود حضرتِ مہدی علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح، دنیا سے لے جانے کے بعد، دوبارہ دنیا میں پلٹائے گا، تاکہ ایک اور مدّت تک زمین میں رہیں۔ اُن کی دلیل و مستند ایک ایسی روایت ہے جو شیخ طوسیؒ کی کتاب "الغیبة" میں ذکر ہوئی ہے:

"اِنَّ الامامَ یَمُوتُ ثُمَّ یَعِیْشُ أو یُقتَل ثُمّ یَعیش" (24)

یعنی "ہر امام مر جائے گا اور پھر زندہ ہوگا یا قتل کر دیا جائے گا اور پھر دوبارہ زندہ ہوگا۔"

دوسری روایت فضل بن شاذان نیشاپوری امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ :

"امام مہدی علیہ السلام کے "قائم" کہے جانے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ دنیا سے چلے جانے کے بعد، دوبارہ زندہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیام فرمائیں گے۔" (25)

۳۔ امامیہ کی قریب باتفاق اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ اموات اور مُردوں کے چند گروہوں کو، جو ایمان کے عالی ترین درجات یا فساد کے پست ترین درجات رکھتے تھے، حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت، ان کو اُن کی ہی صورتوں میں دنیا میں پلٹائے گا، تاکہ ایک گروہ کو عزّت اور دوسرے گروہ کو ذلّت و رسوائی سے روبرو کرے، حق کو باطل سے جدا اور مظلوم کے حق کو ظالم سے دلوائے۔

چھٹا مطلب: رجعت کا فلسفہ

آیاتِ قرآنی اور روایاتِ معصومین علیہم السلام سے رجعت کے چند اہداف و فلسفے استفادہ ہوتے ہیں:

۱۔ رجعت عمومی جنبہ نہیں رکھتی، بلکہ مومنینِ خالص اور کافرینِ خالص کے ساتھ مخصوص ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ الرَّجعةَ لَیستْ بعامَّةٍ وهيَ خاصَّةٌ لَایَرجِعُ اِلّا من مَحض الاِیمان محضاً أو محض الشرك محضاً۔" (26)

اسی بنا پر مومنینِ خالص کا وہ گروہ جو اپنی زندگی کے تکامل و پیشرفتِ معنوی کے راستے میں موانع اور رکاوٹوں کا شکار ہو گئے اور ان کا تکامل ناتمام رہ گیا، حکمتِ الٰہی یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ اس جہاں میں دوبارہ لوٹنے کے ساتھ اپنے تکاملی سفر کو آگے بڑھائیں اور حق و عدالت کی عالمی حکومت کے شاہد اور ناظر بن جائیں، نیز اسی طرح ہٹ دھرم منافقین اور ظالمین کا گروہ، قیامت کے دن اپنے مخصوص انجام سے پہلے، دوسری سرکش اقوام جیسے: فرعونوں، عاد، ثمود اور لوط کی قوموں کی طرح، جنہوں نے اسی جہاں میں سخت عذاب کا سامنا کیا، یہ بھی شدید دنیوی عذاب میں مبتلا ہوں اور اس کا واحد راستہ "رجعت" کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

۲۔ متونِ دینی (آیات و روایات) سے یہ استفادہ ہوتا کہ قیامت سے پہلے، دینِ اسلام تمام اَدیان اور مکاتبِ بشری پر کامل غلبہ اور تسلُّط حاصل کر لے گا اور انسانی مواعظ سے تھکے ماندہ لوگ، معرفتِ الٰہی کے خالص اور خوشگوار چشمے سے سیراب ہوں گے۔ کرۂ زمین کی اجتماعی اور سیاسی قیادت اور حاکمیت حضرت مہدی علیہ السلام کی رہبری میں مسلمانوں کے ہاتھ میں چلی جائے گی، اسی بنیاد پر رجعت کے فلسفوں میں سے ایک، دینِ اسلام کی نصرت و مدد اور پورے روئے زمین پر وسیع دینی حکومت کی تشکیل میں مدد فراہم کرنا ہوگا چنانچہ امام باقر علیہ السلام اس آیت شریفہ:

"هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَی وَدِینِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّینِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔" (27)

ترجمہ: "اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اسی نے بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا ہی لگے۔"

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یُظهِرُہ اللّٰہُ عَزّوجَلّ فی الرَّجعةِ۔" (28)

یعنی "خداوند رجعت کی صورت میں دینِ حق کو دوسرے اَدیان پر غلبہ و برتری عطا کرے گا۔"

ایک دوسری روایت میں آپؑ فرماتے ہیں:

"اِنَّ رسولَ اللهﷺ اذا رَجَعَ آمَنَ به النّاسُ کُلُّھم۔" (29)

یعنی "جب رسول خداﷺ رجعت (بازگشت) فرمائیں گے، تو سب لوگ آپؐ پر ایمان لے آئیں گے۔"

سید مرتضیٰؒ رجعت کا ہدف و فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اِن الّذی تَذهَبَ الشیعةُ الامامیةُ الیه أنّ اللهَ تعالیٰ۔۔۔ بما یُشاھِدونَ من ظُھورِ الحَقِ وعُلُوِّ کلِمَةِ أَھلِه۔" (30)

یعنی "شیعہ امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امام زمانہ حضرتِ مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت شیعوں میں سے اُن لوگوں کے گروہ کو جو اس سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے، اُن کو دوبارہ پلٹائے گا، تاکہ وہ حضرتِ مہدی علیہ السلام کی نصرت کے ثواب، ان کی معرفت اور اُن کی عالمی حکومت کے مشاہدے کے درجہ پر فائز ہوں اور اسی طرح اُن حضرتؑ کے ہٹ دھرم اور ضدّی دشمنوں کے گروہ کو بھی پلٹائے گا، تاکہ وہ اُن سے انتقام لیں۔ پس شیعہ حق کے ظاہر ہونے اور اہلِ حق کے کلمے کے بلند ہونے کا مشاہدہ کرکے لذّت و سرور محسوس کریں گے۔"

ساتواں مطلب: رجعت کی خصوصیت

متونِ دینی سے رجعت کی چند خصوصیات بیان کی جا سکتی ہیں:

۱۔ رجعت کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت اشخاص اپنی اسی مادّی (دنیوی) شکل و صورت میں دنیا کے طرف پلٹائے جائیں گے۔

۲۔ رجعت کی دوسری خصوصیت، مومنینِ خالص کے لیے اس کا اختیاری اور مشرکین و ملحدین (منکرین خداوند) کے کچھ افراد کے لیے اس کا اجباری ہونا ہے، جیسا کہ مفضّل بن عمر، امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ:

"ذَکَرنا القائِمَ ومَن ماتَ مِن أصحابِنا یَنتَظِرُه فقال لنا ابوعبدالله علیه السلام: اذا أقامَ أتی المُؤمِنَ فی قَبرِه فیُقال له: یا ھذا أنّه قد ظَھَر صاحِبُكَ فاِنْ تَشاءُ أن تُلحِقَ به فَالْحَقْ واِن تَشاءُ أن تقیمَ فی کَرامةِ رَبِّكَ فأَقِمْ۔" (31)

مفضل کہتا ہے کہ ہم نے (امام صادق علیہ السلام سے) حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں اور اپنے اُن بعض اصحاب و ساتھیوں کے بارے میں، جو اُن کے ظہور کے منتظر تھے اور مر گئے، گفتگو کی تو ہم سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جب وہ (ظہور فرمائیں گے اور) قیام کریں گے تو اللہ کے فرشتے صاحبِ ایمان شخص کی قبر پر آئیں گے اور کہیں گے، تمہارے مولی اور صاحب نے ظہور کر لیا ہے، اگر چاہتے ہو ان کے ساتھ ملحق ہو جاؤ، تو ملحق ہو جاؤ اور اگر چاہتے ہو اپنے پروردگار کی کرامت میں باقی رہو تو ٹھہرے رہو۔"

۳۔ رجعت کی تیسری خصوصیت، اس کے زمانے کا نامشخص اور غیرِ معیّن ہونا ہے، جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ بھی معلوم نہیں ہے۔

علّامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں:

"فَلَمّا أَخبَرَھم رسولُ اللهﷺ ما یَکونُ مِن الرَّجعةِ قالوا مَتیٰ یکونُ ھذا قال اللهُ تعالیٰ: قُلْ [یا محمّدﷺ] إِنْ أَدْرِی أَقَرِیبٌ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ یَجْعَلُ لَهُ رَبِّی أَمَدًا۔" (32) و (33)

"جس وقت رسولِ خداﷺ لوگوں کو رجعت کے واقعات کی نسبت آگاہ فرمارہے تھے، تواصحاب نے عرض کیا: رجعت کس زمانے میں وقوع پذیر ہوگی؟اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ پر وحی نازل فرمائی: کہہ دیجئے کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ وعدہ قریب ہی ہے یا ابھی خدا کوئی اور مدّت بھی قرار دے گا۔"

آٹھواں مطلب: رجعت اور معاد (قیامت) میں فرق

اس لحاظ سے کہ "رجعت" کا معنیٰ مومنین اور کافرین کے کچھ افراد کا زندہ ہونا ہے، تاکہ اپنے اعمال کی جزاء و سزا تک پہنچ جائیں، ممکن ہے کہ بعض یہ گمان کریں کہ رجعت، معاد و قیامت کے حوادث ہی کا ایک حصّہ ہے، اس لیے ضروری و مناسب ہے کہ اِن دونوں کے فرق کو کامل طور پر واضح اور روشن کیا جائے:

۱۔ رجعت اس جہان (مادّی) میں، ان ہی مشخّصات اور عوارض کے ساتھ صورت پذیر ہوگی، جبکہ معاد ایک دوسرے جہان (معنوی) میں تحقّق پذیر ہوگی، جس میں عوارضِ مادّی کی کوئی خبر ہی نہیں ہے۔

۲۔ رجعت مومنینِ خالص اور کافرینِ خالص کے ساتھ مخصوص ہے، جبکہ معاد (قیامت) میں تمام مخلوقات حساب وکتاب کے لیے محشور ہوں گی۔

۳۔ رجعت کا عقیدہ، شیعوں کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے، جبکہ معاد دینِ اسلام، بلکہ تمام اَدیانِ الٰہی کی ایک اصل کے طور پر قابلِ قبول ہے۔

۴۔ رجعت کے زمانے میں دنیا کی طرف بازگشت کرنے والے دوبارہ مر جائیں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے، لیکن معاد میں موت کا کوئی تصوّر نہیں ہے، کیونکہ وہ جاودانگی اور ہمیشگی کا ٹھکانہ ہے۔

دوسری فصل: رجعت عقل کی نظر سے

پہلا مطلب: رجعت کے واقع ہونے کا امکان

مسئلۂ رجعت اور دنیا کی طرف بازگشت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ مکمل طور پر مشابہت رکھتا ہے اور یہ دونوں حوادث (رجعت و قیامت) کاملاً یکسانیت رکھتے ہیں، البتہ اس فرق کے ساتھ کہ رجعت محدود اور قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہوگی، جبکہ قیامت میں تمام انسان محشور ہوں گے اور اپنی اَبدی (واُخروی) زندگی کا آغاز کریں گے۔ بنابر ایں، جو لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے امکان کو قبول کر چکے ہیں، چاہیے کہ رجعت، یعنی اسی جہان میں دوبارہ زندگی دیئے جانے کے امکان کو بھی قبول کریں۔

معاد (قیامت) ایک مسلمان فرد کی نظر میں قرآنی و روائی تعلیمات کی رُو سے، جسمانی اور عنصری ہے، یعنی انسان کی روح اسی مادّی بدن میں عود کرے گی پس اگر اس طرح کی بازگشت عالمِ قیامت میں کسی بھی اشکال کے بغیر ہے، تو طبیعتاً روح کی اسی مادّی بدن کی طرف بازگشت، قیامت سے پہلے اسی مادّی جہان میں بھی کسی بھی مانع کے بغیر ہو سکتی ہے۔

بہ الفاظِ دیگر انسان دو جزءِ اصلی، روح اور بدن سے تشکیل پایا ہے، اس طرح کہ اس کے وجود کی حقیقت کو روح تشکیل دیتی ہے اور انسان کی زندگی کا تعلّق بھی روح ہی کے ساتھ ہے، یہی روح ہے جو موت کے بعد بھی زندہ رہتی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ بدن کی طرف پلٹا دی جائے گی۔ روح کا وجود اور اُس کا موت کے ساتھ بدن سے جدا ہونا، ایسی چیز ہے جو دیندار دانشوروں اور آسمانی شریعتوں کے پیروکاروں کے نزدیک قابلِ قبول اور عقلی دلائل و فطری تقاضوں سے کاملاً ہم آہنگ رہی ہے۔

پس روح ہر گز نہیں مرتی اور موت سوائے روح کا بدن سے تعلّق ختم ہونے کے، کوئی اور چیز نہیں ہے اور اس تعلّق کا منقطع ہونا، روزِ قیامت تک جاری رہے گا اور اُس دن جب خداوندِ قادرِ مطلق تمام مخلوقات کو زندہ کرے گا، ایک بار پھر یہ روح بدن کی طرف پلٹائے دی جائے گی اور بے جان جسم حیاتِ نو سے آراستہ ہو جائے گا۔

لہٰذا رجعت اور قیامت کی مکمل شباہت کے پیشِ نظر اور قیامت کے قطعی و یقینی ہونے کے ساتھ، رجعت کا ممکن ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

دوسرا مطلب: مُردوں کا زندہ ہونا

رجعت کے عقلی امکان کی تحقیق و جستجو کرنے کے بعد، مُردوں کے زندہ ہونے کے چند نمونے، جن کی طرف قرآنِ کریم نے بھی اشارہ کیا ہے، پیش کرتے ہیں:

۱۔ قرآنِ کریم ایک پیغمبرِ خداؑ کے بارے میں، جن کا گزر ایک ایسے گاؤں کے پاس سے ہوا جس کے در و دیوار منہدم ہو چکے تھے اور کھنڈرات کے درمیان وہاں کے رہنے والوں کی ہڈیاں اور ڈھانچے بکھرے پڑے تھے، بیان کرتا ہے کہ انہوں نے خود سے پوچھا:

"اللہ تعالیٰ کس طرح ان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا؟"

اللہ تعالیٰ نے انہیں سو سال کے لیے موت دیدی، پھر زندہ کیا اور پوچھا: "کتنے عرصہ (سوئے) رہے؟ انہوں نے عرض کیا: "ایک دن یا اس کا کچھ حصّہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ سو سال تم پر اسی طرح گزر گئے ہیں۔۔۔۔"

"أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا۔۔۔ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" [1]۔(34)

۲۔ قرآن مجید ایک اور مورد میں ایک ایسے گروہ کا ذکر کرتا ہے کہ جو موت کے خوف سے (مفسرین کے مطابق طاعون کی بیماری کا بہانہ بنا کر انہوں نے میدانِ جہاد میں شرکت سے اجتناب برتا تھا) اپنے گھروں (اور دیار) سے باہر نکل گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی موت کا حکم دے دیا اور پھر دوبارہ اُن کو زندہ کیا۔

"أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ۔۔۔ لَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ" [2]۔(35)

اگرچہ بعض مفسرین(36) کیونکہ اس طرح کے غیر عادی حادثے کے واقع ہونے کو تحمُّل نہیں کر سکتے تھے، اس لیے انہوں نے اس کو ایک مثال کے طور پر لیا ہے، لیکن واضح ہے کہ اس طرح کی تأویلات آیت کے ظہور، بلکہ صراحت کے مقابلے میں قابلِ قبول نہیں ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کے ایک اور مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے ایک گروہ کی داستان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار اور دیکھنے کے خواہشمند تھے اور اُن کی یہ نامناسب خواہش، اُن پر عذابِ الٰہی نازل ہونے اور اُن کی موت کا سبب بن گئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔

"وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ۔۔۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" [3]۔(37)

---

1 ۔ترجمہ: "یا اس شخص کی طرح جس کا ایک ایسی بستی سے گزر ہوا جو اپنی چھتوں کے بل گری ہوئی تھی تو اس نے کہا: اللہ اس (اجڑی ہوئی آبادی کو) مرنے کے بعد کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ پس اللہ نے سو (۱۰۰) برس تک اسے مردہ رکھا پھر اسے دوبارہ زندگی دی، اس سے پوچھا: بتاؤ کتنی مدت (مردہ) رہے ہو؟ اس نے کہا: ایک دن یا اس سے کم، اللہ نے فرمایا (نہیں) بلکہ سو (۱۰۰) برس (مردہ) پڑے رہے ہو، لہٰذا ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو جو سڑی نہیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور ہم نے یہ اس لیے کیا ہے تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور پھر ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح اٹھاتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں، یوں جب اس پر حقیقت عیاں ہو گئی تو اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

2 ۔ترجمہ: "کیا آپ نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تھے؟ اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ، پھر انہیں زندہ کر دیا، بے شک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔"

اگرچہ بیضاوی(38) ''بعث'' کے کلمہ کو ''موت'' کے ساتھ مقیّد کرنے کو اس چیز کی علامت قرار دیتا ہے کہ کبھی انسان بیہوشی یا نیند کے بعد بیدار ہوتا ہے۔ لیکن اہلِ سنّت کے دوسرے مشہور و معروف مفسرین، جیسے: زمخشری(39)، محمد بن جریر طبری(40)، جلال الدین سیوطی(41)، ابنِ کثیر(42) اور فخر رازی(43) سب اقرار کرتے ہیں کہ وہ لوگ آسمانی بجلی گرجنے سے مر گئے تھے اور حتیٰ کہ بعض قائل ہیں کہ ان کی یہ موت ایک شب و روز تک جاری رہی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو دوبارہ زندہ کیا اور انہوں نے اپنی زندگی گزاری۔

۴۔ قرآنِ کریم ایک اور شخص کے قصّے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اپنے ہی قریبی رشتہ داروں کے ہاتھوں مخفیانہ طور پر قتل کر دیا گیا اور اُس کے قاتلوں نے نامردانگی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک دوسرے (قبیلے کے) فرد پر اُس کے قتل کا الزام لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ایک مادہ گائے کو ذبح کریں اور اس کا ایک حصّہ مقتول کے بدن پر لگائیں تاکہ مقتول زندہ ہو اور اپنے قاتل کی شناخت اور پہچان کروائے۔

"وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً۔۔۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔" (44)

ترجمہ: "اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس کے قاتل کے بارے میں جھگڑا کرنے لگے، جبکہ خدا اس راز کا واضح کرنے والا ہے جسے تم چھپا رہے تھے۔ تو ہم نے کہا کہ مقتول کو گائے کا ٹکڑے سے مس کر دو (تاکہ وہ زندہ ہو اور اپنے قاتل کی پہچان کروائے) خدا اسی طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے کہ شاید تمہیں عقل آجائے۔"

اس آیتِ شریفہ کے ذیل میں اہلِ سنّت کے مفسّرین، جیسے: سیوطی، طبری اور ابنِ کثیر بہت سی روایات نقل کرتے ہیں کہ اس کام کے نتیجے میں مقتول زندہ ہوا اور اُس نے اپنے قاتل کا نام لیا اور پھر (دوبارہ) دنیا سے رخصت ہوا۔

۵۔ قرآنِ کریم حضرتِ عیسیٰؑ کے معجزات اور اُن پر الٰہی نعمتوں کو شمار کرنے کے ضمن میں فرماتا ہے:

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي۔ (45)

ترجمہ: "اور مُردوں کو میرے اذن (اور حکم) سے زندہ کرتے تھے۔"

یہ تعبیر ظاہر کرتی ہے کہ حضرت مسیحؑ اس (مُردوں کو زندہ کرنے کے) معجزے سے استفادہ کرتے تھے، بلکہ خود فعلِ مضارع ''تُخْرِجُ'' اس فعل کی تکرار پر دلیل ہے۔

ان پانچ موارد کے علاوہ، دوسرے بہت سے موارد، جیسے: اصحابِ کہف کے زندہ ہونے کا واقعہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندوں (کو زندہ کرنے) کی داستان بھی رجعت کے مسئلے میں قابلِ ملاحظہ ہیں۔ بہر حال جو شخص بھی قرآنِ کریم کو ایک آسمانی کتاب کے عنوان سے قبول کرتا ہے، اِن واضح اور روشن آیات کے ہوتے ہوئے رجعت کے ''امکان'' سے انکار نہیں کرسکتا، کیونکہ رجعت موت کے بعد، دوبارہ زندگی کی طرف بازگشت کے کوئی اور چیز نہیں ہے۔

رجعت کے امکان کی بہت سی دلیلیں، اِس کے واقع ہونے اور نیز اس بارے میں روایات کی تفصیل کے ساتھ تحقیق اور جانچ پڑتال مرحوم شیخ حرّ عاملیؒ (46) اور فضل بن شاذان نیشاپوری (47) نے انجام دی ہے۔

---

3 ۔ترجمہ: "اور (یاد کرو وہ وقت) جب تم نے کہا: اے موسیٰؑ! ہم آپ پر ہرگز یقین نہیں کریں گے جب تک ہم خدا کو علانیہ نہ دیکھ لیں، اس پر بجلی نے تمہیں گرفت میں لے لیا اور تم دیکھتے رہ گئے۔ پھر تمہارے مرنے کے بعد ہم نے تمہیں اٹھایا کہ شاید تم شکر گزار بن جاؤ۔"

تیسری فصل: رجعت قرآن کی نظر سے

گزشتہ اُمّتوں کے درمیان رجعت کے امکان اور واقع ہونے کو ثابت کرنے کے بعد، اِس حصّے میں اُن آیاتِ قرآن کی تحقیق و جانچ پڑتال کریں گے جو روایات اور شیعہ مفسّرین کے اقرار کی بنیاد پر صراحت کے ساتھ رجعت پر دلالت کرتی ہیں۔

پہلا مطلب: حضرت علیؑ کی بازگشت کی خبر

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ * وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ۔ (48)

ترجمہ: "اور جب ان پر وعدہ پورا ہوگا تو ہم زمین سے ایک چلنے والا نکال کر کھڑا کردیں گے جو اُن سے یہ بات کرے کہ کون لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے اور اُس دن ہم ہر اُمّت میں سے ایسے گروہ کو محشور کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور پھر وہ الگ الگ تقسیم کردیئے جائیں گے۔"

یہ آیت اُن مشہور ترین آیات میں سے ایک ہے کہ تفاسیر روائی (منقول) اور غیر روائی کے مطابق، "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا" سے مقصود، رجعت کا دن ہے۔(49)

نیز اسی طرح شیعوں کی اکثر تفاسیرِ روائی، امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کرتی ہیں کہ پیغمبرِ گرامی اسلام ﷺ نے فرمایا: ''دابۃُ الارض'' سے مقصود حضرت علی علیہ السلام ہیں۔مفسّرِ بزرگوار مرحوم سید ہاشم بحرانیؒ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی روایات نقل کرنے کے ضمن میں نقل کرتے ہیں:

"فقالَ الرَّجلُ لأبی عَبدِ اللهِ علیه السلام: إنّ العامَّةَ تَزعَمُ۔۔۔ فهِیَ: «وَحَشَرْناهُمْ فَلَمْ نُغادِرْ مِنْهُمْ أَحَداً»" (50) و(51)

یعنی "ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اہلِ سنّت یہ خیال و گمان کرتے ہیں کہ ''وہ دن جب ہم ہر اُمّت سے ایک گروہ کو محشور کریں گے'' سے مقصود روزِ قیامت ہے! امامؑ نے فرمایا: کیا قیامت کے دن ہر اُمّت سے ایک گروہ کو محشور کیا جائے گا اور باقی افراد کو چھوڑ دیا جائے گا؟ نہیں! ایسا نہیں ہے! بلکہ یہ آیت روزِ رجعت کے بارے میں ہے اور قیامت کے بارے میں ایک دوسری آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور ہم اُن سب (انسانوں) کو محشور کریں گے اور اُن میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔"

مرحوم شیخ طبرسیؒ اس روایت کو بیان کرنے کے ضمن میں کہ "دابۃُ الارض" سے مقصود حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں، فرماتے ہیں: "خاندانِ وحی و رسالت کے مذہب کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ ہے کہ آیتِ شریفہ: "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا" اصلِ رجعت کو بیان کرتی ہے اور انہوں نے رجعت کو ثابت کرنے کے لیے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔۔۔،اس کے علاوہ بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں کہ خداوند متعال حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت لوگوں کے اُن گروہوں کو جو دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں، (دوبارہ) زندہ کرے گا۔(52)

علّامہ طباطبائیؒ باوجود اس کے کہ بحثِ روائی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کی بنیاد پر "دابۃُ الارض" سے مقصود حضرت علی علیہ السلام ہی کو قرار دیتے ہیں، لیکن بحثِ تفسیری میں لکھتے ہیں:

"قرآنِ کریم کی آیاتِ میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو اِس آیت کی تفسیر کرسکتی ہو اور بیان کرے کہ یہ چلنے والی مخلوق، جس کو اللہ تعالیٰ عنقریب زمین سے خارج کرے گا، کیا ہے؟ اور کن خصوصیات کی مالک ہے؟ اس کی صفات و علامات کیا ہیں؟ اور لوگوں سے کس

طرح کلام کرے گی؟ کیسے زمین سے باہر آئے گی اور کیا کہے گی؟ بلکہ آیت کا سیاق اس بات پر بہترین دلیل ہے کہ یہاں مقصود مبہم گوئی ہے اور مذکورہ جملہ قرآن کے مرموز اور اسرار آمیز کلمات میں سے ہے۔"

لیکن علّامہ آیت "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا" کے ذیل میں بعض مفسّرین کے اشکالات کو، کہ اس آیت سے مراد "روزِ قیامت" ہے، ردّ کرنے کے ضمن میں اس طرح فرماتے ہیں:

"ظاہر آیت سے واضح ہے کہ اُس دن کا محشور ہونا روزِ قیامت کے علاوہ ہے، کیونکہ روزِ قیامت میں محشور ہونا، ہر اُمّت سے ایک گروہ کے ساتھ اختصاص نہیں رکھتا، بلکہ تمام اُمّتیں اُس دن محشور ہوں گی، حتیٰ کہ آیت "وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا" کے مطابق ایک نفر بھی نہیں چھوٹے گا، جبکہ اس آیت میں فرماتا ہے: "ہم ہر اُمّت سے ایک گروہ کو محشور کریں گے۔" (53)

دوسرا مطلب: زمانِ رجعت میں پیغمبروںؑ کی نُصرت

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ۔ (54)

"بیشک ہم اپنے رسول ﷺ اور ایمان لانے والوں کی زندگانی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی مدد کریں گے جب سارے گواہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔"

مرحوم فیض کاشانی ؒ اس آیت شریفہ کے ذیل میں اس مضمون کی ایک روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں:

"وعَنِ الصّادق علیہ السلام ذَٰلِكَ وَاللهِ فِي الرَّجْعَةِ أَمَا۔۔۔ وذَٰلِكَ في الرَّجْعَةِ" (55)

یعنی "خدا کی قسم! یہ آیت رجعت کے بارے میں ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں قتل کردیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کی نُصرت اُن کو نہیں پہنچی؟ اُن کے بعد آئمہ ھدیٰ علیہم السلام بھی قتل کردیئے گئے اور نُصرتِ خدا ان کے بھی شاملِ حال نہ ہوئی، (لہٰذا) یہ آیت رجعت میں تحقّق پذیر ہوگی۔"

یہ آیت اس چیز کا اظہار کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی اسی دنیا میں نُصرت اور مدد فرمائے گا اور کیونکہ اس طرح کی نُصرت گزشتہ زمانے میں وقوع پذیر نہیں ہوئی ہے، پس یقیناً آئندہ وقوع پذیر ہوگی، چونکہ وعدۂ الٰہی تخلّف ناپذیر ہے اور دوسری طرف کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور اس دنیا میں نُصرت و مدد بھی نہیں کئے گئے، لہٰذا ضروری ہے کہ دوبارہ زندہ ہوں، تاکہ اسی دنیا میں نُصرت کئے جائیں۔

تیسرا مطلب: عصرِ ظہور میں بازگشت کرنے والوں کی حکومت

وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ۔۔۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (56)

ترجمہ: "اللہ نے تم میں سے صاحبانِ ایمان اور اعمالِ صالح والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین میں اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا اور ان کے لیے اس دین کو غالب بنائے گا جسے ان کے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کردے گا کہ وہ سب صرف میری عبادت کریں گے اور کسی طرح کا شرک نہ کریں گے اور اس کے بعد بھی کوئی کافر ہو جائے تو درحقیقت وہی لوگ فاسق اور بدکردار ہیں۔"

شیعہ مفسّرین کی قریب باتفاق اکثریت اس آیت کو ظہورِ حضرت مہدی علیہ السلام اور نیز بعض مفسّرین روزِ رجعت کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں۔ مرحوم طبرسیؒ اس آیتِ شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"بعض نے کہا ہے یہ آیت اصحابِ نبیؐ کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت اُمّتِ پیغمبر اکرم ﷺ کے بارے میں ہے، ابن عباس، مجاہد اور اہل بیت علیہم السلام سے مروی قول یہ ہے کہ یہ آیت مہدیِ آلِ محمد علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ "(57)

بحرانی ؒ اس آیت شریفہ کے ذیل میں امام محمد باقر علیہ السلام سے اور وہ اپنے جدّ بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

"وإنَّ لِیَ الْکَرَّةَ بَعدَ الکرَّةِ وَالرَّجْعَةُ بَعدَ الرَّجعَةِ وأَنَا صَاحِبُ الْکرّاتِ والرَّجعاتِ۔۔۔" (58)

"اور میرے لیے بازگشت کے بعد بازگشت اور رجعت کے بعد رجعت ہے اور میں کئی بازگشت اور کئی رجعت کا مالک ہوں۔۔۔"

چوتھا مطلب: عصرِ ظہور میں حضرت عیسیٰؑ مسیح کی حضرت مہدیؑ کی اقتداء

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا۔ (59)

"اور کوئی اہلِ کتاب میں ایسا نہیں ہے جو اپنی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام اس کے گواہ ہوں گے۔"

اس آیت شریفہ کے ذیل میں تمام اہم شیعہ تفاسیر، جیسے: تفسیرِ علی ابن ابراہیم قمی(60)، تفسیرِ مجمع البیان(61)، تفسیرِ برہان(62)،اور تفسیرِ صافی(63) یہ روایات نقل کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت تشریف لائیں گے اور حضرت مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ البتہ شیعہ عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے رخصت نہیں ہوئے اور ابھی زندہ ہیں، لیکن رجعت کے لیے اِس آیت سے استدلال، اس وجہ سے ہے کہ بعض اہلِ سنّت کے علماء آیتِ شریفہ:

"إِذْ قَالَ اللّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ۔۔۔ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ"[4]۔(64)

اس آیت کے ظاہر کی بنیاد پر استناد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح قبض ہو گئی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، لہٰذا یہ آیتِ شریفہ ان کی رجعت پر دلالت کرتی ہے۔ جلال الدین سیوطی(65) اور اہلِ سنّت کے دوسرے مفسّرین، اس بارے میں بہت سی روایات نقل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ پلٹائے جائیں گے اور کوئی یہودی یا عیسائی باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ اُن کے مرنے سے پہلے اُن پر ایمان لے آئے گا۔

چوتھی فصل: رجعت روایات کی نظر سے

پہلا مطلب: روایاتِ رجعت کے بارے میں محدّثین کی آراء

رجعت کے بارے میں معصومین علیہم السلام سے جو اخبار اور روایات نقل ہوئی ہیں، اس قدر زیادہ ہیں کہ قطعی طور پر ان کے متواتر ہونے کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ علمِ حدیث کی بعض بزرگ اور صاحبِ نظر شخصیات اس طرح کا اظہار کرتی نظر آتی ہیں:

4۔ترجمہ: "جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ اب میں تمہاری مدت پوری کر رہا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں (کی ناپاک سازشوں) سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے انہیں قیامت تک کفر اختیار کرنے والوں پر بالادست رکھوں گا، پھر تم لوگوں کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر اس وقت میں تمہارے درمیان (ان باتوں کا) فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔"

۱۔علّامہ مجلسیؒ:

"وکَیفَ یَشُكُّ مُؤمنٌ بحقیةِ الآئمَةِ الأ۔۔۔ خَمسینَ مِن مُؤلِّفاتِهِم۔" (66)

یعنی "کوئی بھی صاحبِ ایمان کس طرح دوسو(۲۰۰) کے قریب صریح احادیث کے ہوتے ہوئے، جن کو چالیس سے زائد موثّق اور قابل اعتماد علماء اور بزرگانِ دین نے اپنی پچاس(۵۰) سے زیادہ تصنیفات میں تواتر کے ساتھ آئمہ اطہار علیہم السلام سے نقل کیا ہے، شک وتردید کرسکتا ہے۔"

علّامہ مجلسیؒ تقریباً تینتالیس(۴۳) اشخاص کے نام ذکر کرتے ہیں کہ جن میں سلیم بن قیس (متوفی ۹۰ق)، حسن بن صفار (متوفی ۲۹۰ق)، علی بن ابراہیم قمی، استادِ ثقۃ الاسلام کلینیؒ (متوفی ۳۲۸ق)، محمد بن مسعود عیاشی (معاصرِ کلینی)، ابو عمرو کشی (معاصرِ کلینی)، شیخ صدوقؒ (متوفی ۳۸۱ق)، شیخ مفیدؒ (متوفی ۴۱۳ق)، سید مرتضیٰ (متوفی ۴۳۶ق)، ابو الفتح کراجکی (متوفی ۴۴۹ق)، ابو العباس احمد بن عباس نجاشی (متوفی ۴۵۰ق)، شیخ طوسیؒ (متوفی ۴۶۰ق) اور سید رضی بن طاوؤس (متوفی ۶۶۴ق) شامل ہیں۔

علّامہ مجلسیؒ مزید لکھتے ہیں:

"وإذا لَم یَکُن مِثلُ هَذا مُتَواتراً فَفِی أَیّ شَیءٍ یُمکِن دَعویٰ التَّواتُر مَعَ مَا رَوَته کَافةُ الشِّیعةِ خَلفاً عَن سَلفٍ وظَنّی أَنَّ مَن یَشُكُّ فِی أَمْثَالِها فَهُو شَاكٌّ فِی أئِمَةِ الدّینِ ولَا یُمْکِنُهُ اِظهارُ ذَلِكَ مِن بَین المُؤمِنینَ" (67)

یعنی "وہ روایات جو رجعت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور تمام شیعہ اکابرین اور بزرگانِ دین، نسل در نسل اُن کو نقل کرتے رہے ہیں، اگر ان روایات کو متواتر تسلیم نہ کیا جائے، تو کسی بھی دوسری چیز میں تواتر کا دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے، اور میرے خیال میں جو شخص اس طرح کی (متواتر) روایات میں شک وتردید کا شکار ہو، تو اس نے آئمہ علیہ السلام اور دینی پیشواؤں کے بارے میں شک کیا ہے اور کوئی بھی مومنین کے درمیان سے ایسے دعوے کا اظہار نہیں کرسکتا ہے۔"

۲۔ محدّث حرّ عاملیؒ:

محدّثِ بزرگوار شیخ حرّ عاملیؒ اس بارے میں اس طرح فرماتے ہیں:

"ولَا رَیبَ فِی بُلوغِ الأحادِیثِ الْمَذکورَةِ حَدَّ التَّواتُرِ المَعْنَوی بِدَلیلِ ایجابِها للیَقینِ لِکُلِّ مَن خَلا قَلبُهُ مِن شُبهَةٍ أو تَقلِیدٍ وبدلیلِ جَزمِ العَقلِ وباستَحالَةِ تَواطُئِ جَمیعِ رُواتِها عَلی الکِذبِ وبدلیلِ الاستقراءِ والتَّتبُّعِ للأخبارِ الَّتی یَذکُرونَ أنَّها مُتواترةٌ معنیً" (68)

یعنی "کوئی شک وتردید نہیں کہ رجعت کی روایات واحادیث تواترِ معنوی کی حدّتک پہنچ جائیں، کیونکہ یہ روایات ہر اُس شخص کے لیے، جس کا دل شک و شبہ اور تقلید سے خالی ہو، یقین و قطع اور جزمِ عقلی کا موجب بنتی ہیں اور دوسری جانب یہ کہ تمام راویوں کا جھوٹ اور کذب پر اکٹھے ہونا محال ہے اور نیز اسی طرح ان مذکورہ احادیث کے استقراء اور جانچ پڑتال کی بنیاد پر ان کو متواتر معنوی پایا ہے۔"

شیخ حرّ عاملیؒ آخرِ کتاب میں دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے چھ سو بیس (۶۲۰) سے زائد روایات اور آیات اس بارے میں ذکر کی ہیں:

"فقد ذَکَرنا فِی هَذِه الرِّسالةِ مِن الأحادیثِ والایاتِ والأدلّةِ ما یَزِیدُ علی سِتَّةِ ماةٍ وعِشرینَ ولَا أظُنُّ شَیئاً مِن مَسائلِ الأُصولِ والفُروعِ یُوجَد فِیه مِنَ النُّصوصِ أکثَرَمِن هَذِه المَسألةِ"

یعنی "ہم نے اس کتاب میں چھ سو بیس (۶۲۰) سے زائد احادیث، روایات اور ادلّہ ذکر کی ہیں اور میں گمان نہیں کرتا کہ کسی بھی اصولی یا فروعی مسئلے میں اس سے زیادہ نصوص پائی جاتی ہوں۔" (69)

دوسرا مطلب: تقسیم بندی روایات

رجعت کے بارے میں واردہ روایات کی اجمالی شناخت اور کلی معرفت کے لیے ان روایات کو پانچ حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

پہلا گروہ: امام حسین علیہ السلام کی بازگشت کی خبر

پہلا حصّہ اُن روایات پر مشتمل ہے، جو یہ بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے دنیا کی طرف بازگشت کرنے والے امام حسینؑ بن علی علیہما السلام ہوں گے، زید شحام امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"أوّلُ مَن يَكرُّ في رَجعَتِهِ الحسينُ بنُ علي عليهما السلام يَمكُثُ في الارْضِ حتّي يَسقُطُ حاجباه علي عَيْنَيْهِ" (70)

یعنی "پہلے شخص جو دنیا میں بازگشت فرمائیں گے، امام حسین علیہ السلام ہیں، وہ اس قدر زمین میں ٹھہریں گے (اور زندگی گزاریں گے) کہ آپؑ کی دونوں آبروئیں (بڑھاپے کی وجہ سے) آنکھوں پر آجائیں گی۔"

دوسرا گروہ: پیغمبر اکرمﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کی بازگشت کی خبر

دوسرا حصّہ اُن روایات کو شامل ہے جن کا مضمون پیغمبر اکرمﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کی بازگشت کے بارے میں ہے، بکر بن اعین کہتا ہے: وہ (امام محمد باقر علیہ السلام) جن کی بات میں مجھے کوئی شک و تردید نہیں ہے، انہوں نے مجھ سے فرمایا:

"اِنَّ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَ أميرَالمُومِنينَ عليه السلام سَيَرجعانِ" (71)

یعنی "بیشک رسولِ خداﷺ اور امیر المومنین علیہ السلام عنقریب دنیا کی طرف بازگشت فرمائیں گے۔"

تیسرا گروہ: پیغمبروںؑ کی بازگشت کی خبر

تیسرا حصّہ وہ روایات ہیں جو گذشتہ پیغمبروںؑ کی بازگشت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ عبداللہ بن مسکان امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے قرآنِ کریم کی اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

" وَإِذْ أَخَذَ اللّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُواْ أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُواْ وَأَنَاْ مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ" (72)

ترجمہ: "اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کردوں پھر آئندہ کوئی رسول تمہارے پاس آئے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرے تو تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنا ہوگی، پھر اللہ نے پوچھا: کیا تم اس کااقرار کرتے ہو اور میری طرف سے (عہد کی) بھاری ذمہ داری لیتے ہو؟انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے اقرار کیا،اللہ نے فرمایا: پس تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

"مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيّاً مِن لَدُن آدم وهَلُمَّ جَرّاً اِلّا ويَرجعُ الي الدُّنيا فيَنصُرُ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وأميرَالمُومِنين عليه السلام" (73)

یعنی "خداوند متعال نے آدمؑ سے لے کر (خاتم الانبیاءؐ تک) دوسرے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ وہ دنیا کی طرف بازگشت کریں گے اور پیغمبرِ خداﷺ اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی نُصرت کریں گے۔"

چوتھا گروہ: دابۃُ الارض کی تفسیر

روایات کا چوتھا حصّہ یہ بیان کرتا ہے: کہ اُن چیزوں میں سے ایک جو قیامت سے پہلے زمین سے باہر نکلے گی "دابۃُ الارض" ہے اور اَحادیث میں "دابۃُ الارض" کو امیر المومنین علی علیہ السلام سے تفسیر کیا گیا ہے، جس کی پہلے تاریخی پس منظر میں وضاحت کی جاچکی ہے۔

پانچواں گروہ: آیاتِ رجعت کی تفسیر

روایات کا پانچواں حصّہ رجعت و بازگشت سے مربوط آیات کی تفسیر اور تشریح کرتا ہے۔ ابو خالد کابلی امام سجّاد علیہ السلام سے اِس آیتِ شریفہ:

"إِنَّ الَّذِی فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ" (74)

ترجمہ: "بیشک جس نے آپؐ پر قرآن کا فریضہ عائد کیا ہے وہ آپؐ کو آپ کی منزل تک ضرور واپس پہنچائے گا۔"

اس کی تفسیر نقل کرتا ہے کہ امام سجّاد علیہ السلام نے فرمایا:

"یَرجِعُ اِلَیکم نَبِیُّکم وَأَمِیرُالمُومِنِینَ علیہ السلام والأئمةُ علیهم السلام" (75)

یعنی "تم لوگوں کی طرف تمہارے نبی ﷺ، امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ معصومین علیہم السلام بازگشت کریں گے۔"

علّامہ مجلسیؒ بہت سی آیات نقل کرتے ہیں جو آئمہ معصومین علیہم السلام کے بیان میں بازگشت کے ساتھ تفسیر کی گئی ہیں۔ (76)

تیسرا مطلب: دعاؤں اور زیارات میں رجعت کا استعمال

مطمئن ترین منابع اور مأخذ میں سے ایک کہ جن میں رجعت کی تصریح کی گئی ہے، آئمہ معصومین علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اور زیارات ہیں، یہاں اُن میں سے فقط بعض کے کچھ جملے پیش کرتے ہیں:

۱۔ زیارتِ جامعہ کبیرہ: "مُعْتَرِفٌ بِكُم، مُؤمِنٌ بِإِيَابِكُم، مُصَدِّقٌ بِرَجْعَتِكُم، مُنْتَظِرٌ لأمرِكم، مُرتَقِبٌ لِدَوْلَتِكم"

۲۔ زیارت رسولِ خداؐ: "اِنّی لَمِنَ القائِلِینَ بِفَضْلِكم، مُقِرٌّ بِرَجْعَتِكم"

۳۔ زیارت امام حسینؑ: "اِنّی مِنَ المُؤمِنِینَ بِرَجْعَتِكم"

۴۔ زیارتِ وارث: "اِنّی بِكُم مُؤمِنٌ وَبِاِیّابِكم مُوقِنٌ"

۵۔ زیارتِ اربعین: "وأَشْهَدُ أَنّی بِكُم مُؤمِنٌ وبِاِیّابِكم مُوقِنٌ"

۶۔ زیارت حضرت ابوالفضلؑ: "اِنّی بِكم وبِاِیّابِكم مِنَ المُؤمِنِینَ"

۷۔ زیارتِ بقیۃ اللہؑ: "وأَن يَجْعَلَ لِی كَرَّةً فِی ظُهُورِكَ وَرَجْعَةً فِی أَيَّامِكَ"

۸۔ زیارتِ آلِ یاسین: "واِنَّ رَجْعَتَكم حَقٌّ لَا رَيْبَ فِيهِ"

۹۔ زیارتِ رجبیہ: "حَتَّى الْعَوْدِ اِلىٰ حَضْرَتِكم وَالْفَوْزِ فِی كَرَّتِكم"

نیز اسی طرح دعائے عہد، ماہ رمضان المبارک کی راتوں کی دعاؤں، دعائے افتتاح، ماہ رمضان المبارک کے بعض دنوں کی دعاؤں اور صحیفہ سجّادیہ کی بعض دعاؤں، بلکہ اکثر دعاؤں اور زیارتوں میں رجعت کا تذکرہ ہوا ہے، جبکہ اُن میں سے بعض میں آئمہ معصومین علیہم السلام کی رجعت کا اقرار اور بعض میں حضرتِ مہدی علیہ السلام کی حکومت کے زمانے میں اللہ تعالیٰ سے بازگشت اور رجعت کی دعا مانگی گئی ہے۔ (77)

چوتھا مطلب: بازگشت کرنے والوں کے نام

بازگشت کرنے والوں کے ناموں کے بارے میں اور یہ کہ رجعت (کے زمانے) میں کون سے لوگ بازگشت کریں گے؟ بہت سی روایات ہم تک پہنچی ہیں، اُن میں پیغمبروں کی رجعت، جیسے: اسماعیل بن حزقیلؑ، حضرتِ عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ، پیغمبرِ گرامی اسلام ﷺ اور نیز امیر المومنین علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام اور دوسرے آئمہ معصومین علیہم السلام کی بازگشت اور نیز پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بعض اصحاب کی بازگشت، مانند:

جنابِ سلمان، مقداد، جابر بن عبداللہ انصاری، ابودجانہ انصاری، مالک اشتر اور نیز مفضّل بن عمر، حمران بن اعین، مؤمن آل فرعون، یوشع بن نون اور اصحاب کہف کی بازگشت کے بارے میں بات کی گئی ہے۔
اِن مذکورہ موارد میں سے ہر ایک اُن روایات کی استناد کی بنیاد پر بیان کئے گئے ہیں، جن کو زیادہ تفصیل کے ساتھ مفصّل کتابوں میں دیکھا اور تلاش کیا جاسکتا ہے۔(78)

پانچویں فصل: شبہات کی جانچ پڑتال اور اُن کا جواب

مسئلۂ رجعت کے بارے میں اہم ترین مباحث میں سے ایک، وہ اشکالات اور شبہات ہیں جو اس عقیدے کے منکرین کی طرف سے شک و تردید پیدا کرنے کے لیے بیان کئے جاتے ہیں، یہاں ہم چند اہم شبہات کی وضاحت کرتے ہیں اور پھر ان کا جواب اور ردّ پیش کرتے ہیں:

ا۔ رجعت ابنِ سباء کا من گھڑت عقیدہ

ایک شبہہ جو اہلِ سنّت کے بعض مفسّرین کی طرف سے بیان کیا جاتا ہے، یہ ہے کہ عقیدۂ رجعت ”عبداللہ بن سباء“ کے جعلی اور من گھڑت افکار کا نتیجہ ہے اور وہ ادّعا کرتے ہیں کہ اِس عقیدے کی دینی متون اور تعلیمات میں کوئی بنیاد اور اساس نہیں ہے۔
سید محمود آلوسی، جو تیرہویں ہجری قمری کے مفسّرین میں سے ہیں، سورۂ نمل، آیت ۸۳ "وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"أَقُولُ: أَوّلُ مَن قالَ بالرَّجعَةِ عَبدُالله بنِ سَبَا ولَكِنْ خَصَّها بِالنَّبى صلى الله عليه وآله وسلم وَتَبِعَهُ الجابرُ الجُعفى فِى أَوّلِ الماْةِ الثانيةِ فقالَ برجعَةِ الأميرِ كرّم الله وجهَهُ أيضاً لَكِن لَم يوقتها بوَقتٍ ولمّا أتى القَرنُ الثالثُ قرَّرَ أهلُه مِنَ الاماميةِ رجعه الائمة كلّهم وأعدائهم وعَيّنوا لذَلِكَ وقتَ ظُهورِ المَهْدى عليه السلام استَدَلّوا عَلى ذلِكَ بما رووه عن أئمةِ اهلِ البيتِ"(79)

یعنی ”میں یہ سمجھتا ہوں کہ پہلا شخص جو اس عقیدۂ رجعت کا معتقد تھا، وہ ”عبداللہ بن سباء“ تھا، لیکن اُس نے اس رجعت کی نسبت فقط پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دی تھی، پھر اس کی پیروی کرتے ہوئے دوسری صدی ہجری کی ابتداء میں جابر جعفی نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی رجعت کا بھی کہا، لیکن اُس نے (بھی) اِس کا زمانہ مشخص و معین نہ کیا اور جب تیسری صدی ہجری آئی تو مذہبِ امامیہ والوں نے تمام آئمہؑ اور اُن کے دشمنوں کی رجعت کو ثابت کیا اور اِس کا زمانہ ظہور حضرت مہدی علیہ السلام کا وقت معیّن کیا اور اِس (عقیدے) پر آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی روایات سے استدلال کیا۔“

نیز اسی طرح ”احمد امین مصری“ بھی تفکّرِ تشیُّع کے مبداءِ پیدائش کی نسبت ”عبداللہ بن سباء“ کی طرف دینے کے بعد، عبداللہ بن سباء کی مشہور ترین تعلیمات اور افکار کو وصایت (اور ولایتِ حضرت علی علیہ السلام) اور رجعت قرار دیتا ہے اور نقل کرتا ہے کہ عبداللہ بن سباء نے کہا:

"مجھے تعجّب ہے کہ کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بازگشت کی تو تصدیق کرتا ہے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بازگشت کو جھٹلائے؟" (80)

اِس شبہہ کی جانچ پڑتال اور جواب

اس بات کے پیشِ نظر کہ اِس اشکال اور اعتراض کی بنیاد ”عبداللہ بن سباء“ نامی شخص کے وجود پر استوار ہے، لہٰذا ایسے کسی شخص کے عدمِ وجود کو ثابت کرنے کے ساتھ ہی اِس اشکال کی بنیاد اور اساس منہدم ہو جائے گی۔ بعض مؤرّخین کے مطابق، ”عبداللہ بن سباء“ یمن کے شہر صنعاء کا ایک یہودی شخص تھا، جو تیسرے خلیفہ عثمان بن عفّان کی خلافت کے زمانے میں ظاہری طور پر اسلام لایا، لیکن اُس کا ہدف مکر وفریب اور مسلمانوں کے

درمیان تفرقہ اندازی تھا۔ اُس نے مسلمانوں کے درمیان مختلف عقائد کو رواج دیا، جن میں سے ایک عقیدۂ رجعت بھی ہے اور اُس کی یہی پیروی عثمان کے قتل اور جنگِ جمل کے شعلے بھڑکنے کا باعث بنی۔

لیکن اِس بارے میں بہترین اور جامع ترین تاریخی تحقیق "محقّق علّامہ سید مرتضٰی عسکریؒ" نے انجام دی ہے۔ اُن کی تحقیقات کے مطابق، عبداللہ بن سباء کے مجموع راویوں کی تعداد کل بائیس (۲۲) نفر ہے، جو سب کے سب عبداللہ بن سباء کی داستان کو "سیف بن عمرو" سے نقل کرتے ہیں، البتہ اِس فرق کے ساتھ کہ اُن میں سے چار نفر بغیر کسی واسطے کے اور اٹھارا (۱۸) واسطے کے ساتھ "سیف بن عمرو" سے نقل کرتے ہیں۔

دوسری طرف سیف بن عمرو جو ۱۷۰ ہجری کے بعد دنیا میں آیا، خود اہلِ سنّت کی رجالی کتابوں میں اُس کی توثیق نہیں کی گئی ہے، بلکہ اُسے جھوٹ اور کفر کے ساتھ متّہم کیا گیا ہے۔ اِن میں سے یحیٰی بن معین (متوفی ۲۳۲ ق)، نسائی (متوفی ۳۰۳ق)، ابوداوٗد (متوفی ۲۷۵ق) اور ابوحیان (متوفی ۳۵۴ق) کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ نیز حاکم نیشاپوری، فیروزآبادی، ابنِ حجر اور سیوطی بھی اِس کی حدیثوں کو ضعیف اور متروک سمجھتے ہیں۔ (81)

بنا بر ایں، آلوسی اور احمد امین مصری کی تمام گفتگو کا استناد، وہ روایات ہیں جو سیف بن عمرو سے نقل ہوئی ہیں اور خود اہلِ سنّت کے علمِ رجال و حدیث کے علماء کے اظہارِ نظر کے مطابق یہ "سیف بن عمرو" کسی قسم کی نقلِ حدیث کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس کی تمام روایات ہر قسم کی تاریخی ارزش اور اہمیت سے فاقد ہیں۔

علاوہ یہ کہ کس طرح رجعت کے عقیدے کو "عبداللہ بن سباء" کی فکری تراوشات سے سمجھا اور اُس کو اس عقیدے کا بانی قرار دیا جا سکتا ہے، جبکہ وہ (اگر اُس کے وجود کو تسلیم بھی کر لیں) خلیفۂ سوم کی خلافت کے زمانے میں تازہ اسلام لاتا ہے، لیکن خود خلیفۂ دوم نے پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے ابتدائی لحات میں یہ کہا تھا:

"نبی اکرم ﷺ نہیں مرے ہیں اور حتما لوٹ کر آئیں گے، اگر کسی نے کہا کہ پیغمبر ﷺ مر گئے ہیں تو میں اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دونگا۔" (82)

خلیفہ کی اس بات کا مطلب، اگر یہ لیا جائے کہ اُن کے کہنے کے مطابق پیغمبر ﷺ فوت نہیں ہوئے، تو یہ ایک امرِ بدیہی اور تمام اصحاب کی نظر کے خلاف اور خلیفہ کی شان و منزلت اور ادارک سے بعید ہے۔ پس ضروری ہے کہ اُن کی یہ بات پیغمبر اکرم ﷺ کی رجعت اور بازگشت پر محمول کی جائے۔ بنا بر ایں، خلیفہ دوم نے عبداللہ بن سباء سے پہلے رجعت کو بیان کیا ہے۔

سب سے اہم یہ کہ اس روایت کے مطابق، جو پہلے بیان ہو چکی ہے، حضرت علی علیہ السلام کی آخری زمانے میں رجعت اور بازگشت کی خبر دی گئی ہے اور اِس عقیدۂ رجعت کو سب سے پہلے بیان کرنے والی خود پیغمبر اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات ہے۔

۲۔ عقیدۂ رجعت برخلاف قرآن

ایک اور شبہہ جس کو آلوسی نے بھی بیان کیا ہے، وہ عقیدۂ رجعت کی آیات قرآن کے ساتھ مخالفت ہے:

"وَفِي الْآيَاتِ مَا يَأْبَى ذَلِكَ، مِنهُ قَوله تَعالىٰ: قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ * لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ" (83) و (84)

یعنی "آیاتِ قرآن اِس عقیدے (رجعت) کا انکار اور اِس کی نفی کرتی ہیں، ان میں سے ایک یہ آیت ہے کہ خداوند متعال فرماتا ہے: کہنے لگا کہ میرے پروردگار مجھے پلٹا دے۔ شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں، جسے میں نے ترک کر دیا۔ (لیکن اُسے کہا جائے گا) ہر گز نہیں! یہ ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک عالمِ برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے۔"

آلوسی آگے چل کر لکھتا ہے:

"فانَّ آخرَ الآيۃِ ظاھِرٌفِی عَدَمِ الرَجْعَۃِ مُطلَقاً"

"اِس آیت اور قرآن کریم کی دیگر آیات کے مطابق، خداوند متعال دنیا کی طرف بازگشت کی نفی کرتا ہے، بالخصوص آیت شریفہ کا آخر بطورِ مطلق رجعت کے نہ ہونے میں ظہور رکھتا ہے، اگرچہ اصلِ رجعت ممکن اور خداوند کی قدرتِ مطلقہ کے ماتحت ہے، لیکن بحث اُس کے واقع ہونے میں ہے، جس کی قرآن نفی کرتا ہے۔" (85)

اِس شبہہ کی جانچ پڑتال اور جواب

اِس شبہہ اور اشکال کا منشأ رجعت کے بارے میں شیعہ کے درست عقیدے سے عدمِ آگاہی ہے، کیونکہ جس رجعت اور بازگشت کا شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مؤمنوں کا مخصوص گروہ اور ظالموں و کافروں کا مخصوص گروہ، حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت اپنے پروردگار کے اِس وعدے کو پورا کرنے کے لیے کہ امام زمانہ علیہ السلام کی نُصرت و مدد اور اُن کی حکومت کو درک کرنے ثواب اور نیز تاریخ کے ستمگروں، ظالموں اور کافروں کو انتقام لینے جانے کے لیے پلٹایا جائے۔

اس طرح کی بازگشت، مذکورہ بالا آیت شریفہ سے موردِ انکار واقع نہیں ہوئی ہے، بلکہ سورۂ مومنون کی آیت ۹۹ اور ۱۰۰ اُن بعض مشرکین کی، جو اپنے سنگین اور گھٹیا اعمال کی اصلاح کے لیے پلٹنا چاہتے ہیں، بازگشت کا شدیداً انکار کرتی ہے۔ بنابر ایں، آیتِ شریفہ ایک خاص قسم کی بازگشت کی نفی کرتی ہے کہ جس کا شیعوں کے عقیدۂ رجعت سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔ دوسری طرف یہ کہ مذکورہ بالا آیت، رجعت کی نفی میں کسی بھی طرح کی عمومیت بطورِ کلی نہیں رکھتی کہ شیعوں کی اصطلاحی رجعت کو شامل ہو سکے، لہٰذا رجعت اصطلاحی سے اس کا کوئی تعلّق نہیں ہے۔

۳۔ رجعت کا واقع ہونا ہدفِ معاد کے منافی

بعض اصلِ رجعت کو ممکن تو سمجھتے ہیں، لیکن اِس کے وقوع پذیر ہونے سے معاد و قیامت کے، جو کہ دین کے مسلّمہ اور قطعی اصول میں سے ایک ہے، بے فائدہ اور لاحاصل ہو جانا خیال کرتے ہیں، کیونکہ دنیا میں رجعت کے بعد ظالموں اور جابروں کے مجازات اور مومنوں کے اَجر و ثواب کے ساتھ، معاد و قیامت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

اِس شبہہ کی جانچ پڑتال اور جواب

اِس اعتراض کے جواب میں اولاً تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر دنیا میں تھوڑے سے افراد کا مجازات ہونا، معاد کے بے فائدہ ہونے کا باعث ہو سکتا ہے، تو لازم آتا ہے کہ حدود شرعی کا اجراء بھی اسی قسم کا ہو، جبکہ ایسا نہیں ہے اور کسی نے اس طرح کا دعویٰ بھی نہیں کیا ہے۔

ثانیاً: جیسا کہ مکرّر بیان ہو چکا ہے کہ آیات و روایات کی بنیاد پر رجعت عمومی نہیں ہے، بلکہ تھوڑے سے لوگ بازگشت کریں گے اور مجازات ہوں گے۔ جبکہ رجعت اُس صورت میں قیامت کے بُطلان کا موجب ہے کہ عمومی پہلو رکھتی ہو۔

ثالثاً: دنیوی عذاب، ستمگروں اور ظالموں کے جرم و جنایات کے متناسب اور برابر نہیں ہے، نیز رجعت کے بعد جو عذاب چکھیں گے وہ بھی معاد و قیامت کے عذاب کے مقابلے میں بہت کم اور ناچیز ہے، بلکہ وہ اپنے ظلم و ستم کے متناسب اور واقعی عذاب کو روزِ قیامت ہی دیکھیں گے۔

۴۔ رجعت سنّتِ الٰہی کے برخلاف

بعض یہ کہتے ہیں کہ رجعت، سنّتِ الٰہی کے برخلاف ہے، کیونکہ سنّتِ الٰہی یہ جاری و ساری رہی ہے کہ انسان رُشد و پیشرفت کے راستے پر رحمِ مادر سے دنیا میں متولّد ہو اور کچھ مدّت کے بعد اس جہان سے آنکھیں بند کر لے اور پھر دوبارہ قیامت کے دن زندہ ہو۔

اِس شبہہ کی جانچ پڑتال اور جواب

قرآنِ کریم سے گزشتہ اُمّتوں کے متعدّد نمونے ملاحظہ کرنے کے بعد اس طرح کے کسی شبہہ واعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، کیونکہ قرآنِ کریم صراحت کے ساتھ اُن لوگوں کے نام بیان کرتا ہے، جو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہوئے ہیں۔

۵۔ رجعت، تناسُخ کی ایک قسم

بعض مدّعی ہوئے ہیں کہ رجعت تناسُخ ہی کی ایک قسم ہے اور کیونکہ تناسُخ قابلِ قبول نہیں ہے، پس رجعت بھی مردود ہے۔

اِس شبہہ کی جانچ پڑتال اور جواب

تناسُخ چار قسم کا ہوتا ہے: بشری اور انسانی بدنوں میں تناسُخ، حیوانات کے جسموں میں تناسُخ، بناتات میں تناسُخ اور جمادات میں تناسُخ (86)۔ رجعت اِن اقسام میں سے کسی بھی قسم کے ساتھ سازگار اور مناسب نہیں ہے، پس تناسُخ باطل ہونے کے ساتھ، رجعت مردود نہیں ہے۔

بحث کا ماحصل اور نتیجہ

تمام گفتگو اور بحث کا نتیجہ وماحصل یہ ہے کہ رجعت، مؤمنینِ خالص کی ایک جماعت اور کافرین محض وخالص کی ایک جماعت کی دنیا میں قیامت برپا ہونے سے پہلے، حضرتِ مہدی علیہ السلام کے ظہور اور قیام کے وقت بازگشت ہے، تاکہ مؤمنین اُن کی عالمی اور جہانی حکومت کا مشاہدہ کرکے خوشحال اور کافرین موردِ انتقام اور عذاب واقع ہوں۔

اُن اَدلّہ کی بنیاد پر جو بیان ہوئیں، رجعت حتمی اور قطعی ہے اور شیعہ علماء کے اتفاق واجماع کے علاوہ، روایات بطورِ تواترِ معنوی، نیز قرآنِ کریم کی چند آیات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں اور عقل کے نزدیک بھی اس کا ممکن ہونا محال نہیں ہے۔

رجعت کا عقیدہ مذہبِ شیعہ کی خصوصیات میں سے ہے، اگرچہ اس کی کچھ تفسیریں کی گئی ہیں: مانند یہ کہ حکومت اسلامی کی اہل بیت علیہم السلام کی طرف بازگشت کرنا، حضرتِ مہدی علیہ السلام کا شہادت یا انتقال کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، لیکن قریب بہ اتفاق شیعہ علماء کی نظر اور رائے، جو دینی تعلیمات سے مأخوذ ہے، یہ ہے کہ رجعت، مؤمنوں کے ایک (خاص) گروہ کی اُجر و پاداش حاصل کرنے اور حضرتِ مہدی علیہ السلام کی حکومت درک کرنے اور کافروں کی ایک جماعت کی عذاب کا مزہ چکھنے اور انتقام دیکھنے کے لیے حضرتِ مہدی علیہ السلام کے قیام کے وقت بازگشت ہے۔

روایات میں، رجعت کرنے والوں کے نام بھی بیان کئے گئے ہیں، جن میں پیغمبروںؑ کی ایک جماعت، اصحاب اور یارانِ پیغمبرِ اسلام ﷺ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ خود پیغمبر اکرم ﷺ، حضرتِ علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

1۔ محمد ابن اثیر جزری، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، تحقیق: محمد الطناحی وطاہر احمد الزاوی، ج ۲، ص ۲۰۲؛ ابنِ منظور، لسان العرب، ج ۵، ص ۱۴۸

2۔ محمد باقر مجلسیؒ، بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۱۲۲-۱۲۳

3۔ خلیل بن احمد فراہیدی، کتاب العین، تحقیق: ڈاکٹر مہدی مخزومی و ڈاکٹر ابراہیم سامرائی، ج ۱، ص ۲۲۶

4۔ احمد بن فارش بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون، ج ۲، ص ۴۹۰

5۔ابنِ منظور، لسان العرب، ج۵، ص۱۴۸

6۔ شیخ فخر الدین طریحیؒ، مجمع البحرین، ج۴، ص۳۳۳

7۔ سعید شرتونی لبنانی، اقرب الموارد، ج۱، ص۳۹۱-۳۹۲

8۔ علی اکبر دھخدا، لغت نامہ، حرفِ ”راء“ ص۲۹۴

9۔سابقہ حوالہ، ص۲۹۵

10۔سابقہ حوالہ

11۔ محمد تقی مصباح یزدی، جامعہ و تاریخ، ص۱۴

12۔ محمد بن الحسن، شیخ حر عاملیؒ، الایقاظ من الھجعۃ بالبرھان علی الرجعۃ، ص۲۹

13۔ محمد بن محمد بن نعمان عکبرائی شیخ مفیدؒ، اوائل المقالات، ص۵۰

14۔ سورۂ نمل، آیت ۸۲

15۔ محمد باقر مجلسیؒ، بحار الانوار، ج۵۳، ص۵۲

16۔ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین صدوقؒ، معانی الاخبار، ص٣٦٦؛علّامہ محمد باقر مجلسیؒ، بحار الانوار، ج۵۳، ص٦٣

17۔ سید محمد حسین طباطبائیؒ، تفسیر المیزان، ج۱۲، ص۲۳-۲۴

18۔علّامہ مجلسیؒ، بحار الانوار، ص۹۲

19۔سابقہ حوالہ، ص۱۲۱

20۔ عبداللہ شبّرؒ، حق المتقین، ج۲، ص۳۳۵

21۔ جعفر سبحانی، محاضرات فی الالھیات، ج۴، ص۲۸۹

22۔ سید عدنان البکاء، الامام المھدی المنتظر، ص۳۳۰۸

23 ۔ سید محسن خرازی، بدایۃ المعارف الالھیۃ، ج۲، ص١٦٨

24۔ محمد بن حسن طوسیؒ، الغیبۃ، تحقیق: شیخ عباد اللہ تہرانی و شیخ علی احمد ناصح، ص۴۲۲

25۔ سید عدنان البکاء، سابقہ حوالہ

26۔ سید ہاشم بحرانیؒ، البرھان فی تفسیر القرآن، ج۴، ص۵٣٦

27۔ سورۂ توبہ، آیت ۳۳

28۔علّامہ مجلسیؒ، سابق، ص٦۴

29۔سابقہ حوالہ، ص۵۰

30۔ قمی، شیخ عباسؒ، سفینۃ البحار، ج۳، ص۳۱۵

31۔علّامہ مجلسیؒ، سابقہ حوالہ، ص۹۱

32۔ سورۂ جن، آیت ۲۵

33۔علّامہ مجلسیؒ، سابقہ حوالہ

34۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹

35۔سابقہ حوالہ، آیت ۲۴۳

36۔ سید محمد رشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر المنار)، ج۲، ص۴۵٦-۴۵۷

37۔ سورۂ بقرہ، آیت ۵۵-۵٦

38۔ عبداللہ بن عمر بیضاوی، انوار التنزیل و اسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)، ج۱، ص ۶۳

39۔ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التأویل، ج۱، ص۲۷۱

40۔ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج۱، ص۳۲۹،

41۔ الدر المنثور، ج۱، ص۱۷۰

42۔ اسماعیل ابن کثیر قرشی دمشقی، تفسیر القرآن العظیم، ج۱، ص۹۷

43۔ محمد بن عمر فخر رازی، مفاتیح الغیب، ج۳، ص۸۶

44۔ سورۂ بقرہ، آیت ۷۲-۷۳

45۔ سورۂ مائدہ، آیت ۱۱۰

46۔ محمد بن الحسن حر عاملیؒ، الایقاظ من الھجعۃ بالبرھان علی الرجعۃ، ابواب ۲و۴و۵

47۔ فضل بن شاذان نیشاپوریؒ، الایضاح، ص۳۸۱-۴۲۷

48۔ سورۂ نمل، آیت ۸۲-۸۳

49۔ مولی محسن فیض کاشانیؒ، تفسیر صافی، ج۴، ص ۷۴-۷۵

50۔ سورۂ کہف، آیت ۴۷

51۔ البرھان فی تفسیر القرآن، ج۶، ص۳۶

52۔ ترجمہ مجمع البیان، ج۱۰، ص۴۵۰

53۔ ترجمہ تفسیر المیزان، ج۱۵، ص۵۶۷-۵۶۹

54۔ سورۂ مومن (غافر)، آیت ۵۱

55۔ تفسیر صافی، ج۴، ص ۳۵۴

56۔ سورۂ نور، آیت ۵۵

57۔ مجمع البیان، ج۴، ص ۱۵۲

58۔ سید ہاشم بحرانیؒ، تفسیر برھان، ج۵، ص۴۱۹

59۔ سورۂ نساء، آیت ۱۵۹

60۔ علی بن ابراہیم قمیؒ، تفسیر القمی، ج۱، ص۱۵۸

61۔ فضل بن حسن طبرسیؒ، مجمع البیان، ج۳، ص۲۱۱

62۔ البرھان فی تفسیر القرآن، ج۲، ص۱۹۷

63۔ تفسیر صافی، ج۱، ص۵۱۸

64۔ سورۂ آل عمران، آیت ۵۵

65۔ الدر المنثور، ج۲، ص ۷۳۳-۷۴۳

66۔ بحار الانوار، ج۵۳، ص ۱۲۲

67۔ سابقہ حوالہ، ص ۱۲۳

68۔ الایقاظ من الھجعۃ بالبرھان علی الرجعۃ، ص ۲۳

69۔ سابقہ حوالہ، ۴۳۰

70۔ سابقہ حوالہ، ۳۵۸

71۔سابقہ حوالہ، ۳۷۹

72۔ سورۂ آل عمران، آیت ۸۱

73۔الایقاظ من الھجعۃ بالبرھان علی الرجعۃ، ص۳۳۲؛ بحار الانوار، ج۵۳، (باب رجعت)، احادیث ۹-۲۰-۲۳و۶۶

74۔ سورۂ قصص، آیت ۸۵

75۔ حسن بن سلیمان حلی، مختصر البصائر، تحقیق: مشتاق المظفر، ص۳۴۱

76۔بحار الانوار، ج۵۳، باب رجعت

77۔آیۃ للہ سید محمد میر شاہ ولد، شیعہ و رجعت، بخش ادعیہ و زیارات

78۔خادمی شیرازی، رجعت یا دولت کریم خاندان وحی، ص۱۶۶-۲۰۰

79۔ سید محمود آلوسی بغدادی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (تفسیر آلوسی)، ج۲۰، ص۲۷

80۔ محمد رضا ضمیری، رجعت از دیدگاہ عقل و نقل، ص۶۰، مجلّہ موعود

81۔ سید مرتضٰی عسکریؒ، عبداللہ بن سبا و اساطیر اخری، ج۱، ص۳۵-۳۷

82۔ جعفر سبحانی، بحوث فی الملل والنحل، ج۶، ص۳۶۳

83۔ سورۂ مومنون، آیت ۹۹-۱۰۰

84۔ سید محمود آلوسی، تفسیر آلوسی، ج۲۰، ص۲۷

85۔سابقہ حوالہ

86۔ محمد بن ابراہیم صدر المتألھین شیرازیؒ، اسفار اربعہ، ج۹، ص۲